THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

THE LIMITS OF ISLAMIC TOLERANCE AND WESTERN COMPROMISE OF PRINCIPLES IN INTERFAITH HARMONY: A CRITICAL ANALYTICAL STUDY

بین المذاہب ہم آہنگی میں اسلامی رواداری کی حدود اور مغربی مداہنت کا تحقیقی مطالعہ

Ghulam Mustafa Tabssum
MS Scholar, Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore
Dr. Neelam Bano
Assistant professor, Department of Islamic Studies, , Superior University, Lahore
Haroon Saif
MS Scholar, Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore

Abstract

When the history of human civilization is examined, it becomes evident that social survival and societal stability have always depended on mutual cooperation and a balanced engagement between differing viewpoints. In the contemporary era of globalization, where the world has effectively transformed into a "global village," peaceful coexistence among followers of diverse religions and ideologies has become an unavoidable necessity. This very necessity has given rise to the noble value of tolerance.

Tolerance refers to a positive and flexible attitude through which an individual or a group, while remaining firmly committed to its own ideological convictions, develops the capacity to respect and endure the existence, beliefs, and religious practices of others. It is upon this foundation that the structure of global peace can be established.

However, the intellectual chaos and political expediencies of the modern age have rendered the concept of tolerance dangerously ambiguous. As a result of this ambiguity, the tendency toward compromise of principles (mudāhanah) has increasingly gained ground. Mudāhanah represents a negative and apologetic attitude in which a party, either overawed by material power or driven by temporary interests, begins to introduce such flexibility into the fundamental principles of its rightful religion that neither Shariah nor sound reason permits. This approach is often adopted out of fear of "civilizational conflict" or in an attempt to appease dominant and powerful groups.

The present paper is an academic effort to highlight this subtle yet crucial distinction. The primary objective of the study is to demonstrate that tolerance is a sign of moral elevation and psychological maturity, whereas compromise of principles is a manifestation of intellectual decline and ideological defeat. This paper seeks to establish the fact that social peace requires granting space to others through tolerance, not distorting or diluting one's own beliefs through unwarranted compromise.

Keywords: Tolerance, Compromise of Principles (Mudahanat), Interfaith Harmony, Ideological Distinction, Civilizational Integration.

تمہید Introduction

انسانی تہذیب کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سماجی بقا اور معاشرتی استحکام کا دارومدار ہمیشہ سے باہمی اشتراکِ عمل اور مخالف افکار کے مابین توازن پر رہا ہے۔ عالمگیریت (Globalization) کے موجودہ دور میں، جہاں دنیا ایک "عالمی گاؤں" کی شکل اختیار کر چکی ہے، مختلف مذاہب اور نظریات کے ماننے والوں کا بقائے باہمی (Co-existence) ایک ناگزیر ضرورت بن چکا ہے۔ اسی ضرورت نے "رواداری" (Tolerance) جیسی عظیم قدر کو جنم دیا ہے۔ رواداری دراصل اس مثبت اور لچک دار رویے کا نام ہے جس میں ایک فرد یا گروہ اپنے ٹھوس نظریاتی موقف پر قائم رہتے ہوئے دوسروں کے وجود، ان کے عقائد اور ان کے شعائر کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔ یہ وہ بنیاد ہے جس پر امنِ عالم کی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔

تاہم، عصرِ حاضر کے فکری انتشار اور سیاسی مصلحتوں نے رواداری کے مفہوم کو ایک خطرناک حد تک ابہام کا شکار کر دیا ہے۔ اس ابہام کے نتیجے میں "مداہنت" (Compromise of Principles) کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔ مداہنت ایک ایسا منفی اور معذرت خواہانہ رویہ ہے جہاں ایک فریق مادی قوت سے مرعوب

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

ہو کر یا وقتی مفاد کی خاطر اپنے برحق مذہب کے اساسی اصولوں میں ایسی لچک پیدا کرنے لگتا ہے جس کی شریعت اور عقلِ سلیم اجازت نہیں دیتی۔ یہ رویہ اکثر "تہذیبی تصادم" کے خوف یا طاقتور طبقات کو خوش کرنے کے لیے اپنایا جاتا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی باریک مگر واضح فرق کو نمایاں کرنے کی ایک علمی کوشش ہے۔ مقالے کا بنیادی مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ رواداری اخلاقی بلندی اور اعصابی استحکام کی علامت ہے، جبکہ مداہنت فکری پستی اور نظریاتی شکست خوردگی کا مظہر ہے۔ ہم اس مقالے میں اس حقیقت کو ثابت کریں گے کہ معاشرتی امن کے لیے دوسروں کو جگہ دینا (رواداری) ضروری ہے، نہ کہ اپنے نظریات کا حلیہ بگاڑنا (مداہنت)۔

کلیدی الفاظ: رواداری، مداہنت، بین المذاہب ہم آہنگی، نظریاتی امتیاز، تہذیبی انضمام

1۔ تعارف اور لغوی و اصطلاحی مفاہیم

1.1۔ رواداری (Tolerance) کی حقیقت:

رواداری کا مادہ "روداشت" ہے، جس کا مطلب ہے 'برداشت کرنا'۔ اصطلاح میں اس سے مراد وہ لچک دار رویہ ہے جس میں انسان دوسرے کے عقیدے اور عمل کو ناپسند کرنے کے باوجود اسے مذہبی و شہری آزادی دینے کا قائل ہو۔[1]

قرآنی بنیادیں: اسلامی نظامِ فکر میں رواداری محض ایک سماجی مصلحت نہیں بلکہ ایک حکمِ الٰہی ہے، جس کی بنیادی شقیں درج ذیل ہیں:

مذہبی آزادی کا تحفظ: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[2]

ترجمہ: "دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔"

یہ آیت رواداری کا عالمی چارٹر ہے، جو واضح کرتی ہے کہ قبولِ حق کا تعلق قلب و اذعان سے ہے نہ کہ جبر و اکراہ سے۔

1.2۔ مشترکہ اقدار پر تعاون کا تصور:

رواداری کا ایک پہلو "کلمہ سواء" (Common Ground) کی تلاش ہے، جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا[3]

ترجمہ: "آپ فرما دیجئے: اے اہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مشترک) ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔"

1.3۔ مداہنت (Compromise) کی حقیقت:

مداہنت کا لفظ "دھن" (تیل ملنا / نرم کرنا) سے نکلا ہے۔ اس کا مطلب ہے حق کو باطل کے ساتھ اس طرح ملانا کہ باطل کی ناراضگی دور ہو جائے۔[4] یہ ایک نفسیاتی شکست ہے جہاں کمزور فریق اپنے اصولوں کی قیمت پر طاقتور کو خوش کرتا ہے۔

1.4 مداہنت کے رد میں قرآنی استدلال: قرآنِ کریم نے جہاں رواداری کی تعلیم دی، وہیں مداہنت (نظریاتی سمجھوتے) کا راستہ مکمل طور پر بند کر دیا:

---

[1] وحید الدین خان، اسلام اور رواداری (نئی دہلی: گڈورڈ بکس، 2005)، 45۔

[2] القرآن الکریم، 2:256 (سورۃ البقرۃ)۔

[3] القرآن الکریم، 3:64 (سورۃ آل عمران)۔

[4] ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب (بیروت: دار صادر، 1993)، ج 13، 166۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.4 No.1 2026

- **نظریاتی امتیاز کی ضرورت:** مداہنت کی سب سے بڑی نفی سورہ الکافرون کے اختتام پر کی گئی، جہاں کفار کی 'مداخلت' کی پیشکش کو دوٹوک جواب دیا گیا:

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ[5] **ترجمہ:** "تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔"

یہ آیت رواداری اور مداہنت کے فرق کو واضح کرنے میں کلیدی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم سماجی طور پر پر امن رہ سکتے ہیں (رواداری)، مگر ہم تمہارے باطل عقائد کو 'حق' کے طور پر تسلیم نہیں کر سکتے (مداہنت سے انکار)۔[6]

فریقِ ثانی کی خواہشات کی تردید: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ[7]

ترجمہ: "وہ تو چاہتے ہیں کہ (حق کے معاملے میں) تم کچھ نرمی (مصلحت) اختیار کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔"

(خلاصہ بحث): اس لغوی و اصطلاحی بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رواداری کا تعلق "معاملات" (Transactions) اور "اخلاقیات" (Ethics) سے ہے، جبکہ مداہنت کا تعلق "عقائد" (Dogmas) اور "اصول" (Principles) سے ہے۔ رواداری میں "لچک" دوسروں کے حقوق کے لیے ہوتی ہے، جبکہ مداہنت میں "لچک" اپنے اصولوں کو توڑنے کے لیے ہوتی ہے۔[8]

سابقہ مواد کا تجزیہ اور ریسرچ گیپ (Literature Review & Research Gap):

رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کے موضوع پر کلاسیکی اور جدید دور میں کثیر علمی کام موجود ہے۔ سابقہ لٹریچر کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم مفسرین اور فقہاء، مثلاً امام ابن تیمیہ اور امام قرطبی نے "اہلِ ذمہ" کے حقوق اور مشرکین کے ساتھ سماجی تعلقات کی حدود پر تفصیلی ابواب رقم کیے ہیں۔ جدید دور میں مولانا وحید الدین خان اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ جیسے مفکرین نے رواداری کو اسلام کے دعوتی اسلوب اور میثاقِ مدینہ کے تناظر میں پیش کیا ہے تاکہ اسلام پر لگنے والے انتہا پسندی کے الزامات کا دفاع کیا جا سکے۔ مغربی مصادر میں جان لاک اور والٹیئر کے افکار رواداری کو ایک سیاسی اور شہری ضرورت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ تاہم، اس تمام مواد میں ایک واضح خلا (Research Gap) موجود ہے؛ سابقہ لٹریچر میں زیادہ تر زور "رواداری" کے اثبات پر دیا گیا ہے، جبکہ رواداری کے نام پر سرزد ہونے والی "مداہنت" اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نظریاتی ابہام پر بہت کم تحقیقی کام دستیاب ہے۔

موجودہ تحقیقی خلا اس مقام پر ہے کہ عصرِ حاضر کے "عالمگیر عمرانی معاہدوں" اور "بین المذاہب مکالموں" کے دوران پیش آنے والی عملی صورتوں کا تجزیہ نہیں کیا گیا کہ کہاں ایک مسلمان رواداری کی حدود سے نکل کر مداہنت کی وادی میں قدم رکھ دیتا ہے۔ بیشتر لٹریچر رواداری اور مداہنت کو ایک ہی سکے کے دو رخ قرار دیتا ہے یا ان کے درمیان فرق کو صرف لغوی بحث تک محدود رکھتا ہے۔ زیرِ نظر تحقیق اس ریسرچ گیپ کو پُر کرنے کی کوشش ہے کہ کس طرح ایک ایم فل لیول کے تحقیقی اسلوب میں ان دونوں اصطلاحات کے مابین ایک ایسی "شرعی و عقلی حدِ فاصل" قائم کی جائے جو جدید دور کے پیچیدہ مسائل، جیسے کہ یکساں سول کوڈ، بین المذاہب شادیاں اور عالمی سیکولر اقدار کے دباؤ میں مسلمانوں کے لیے ایک لائحہ عمل فراہم کر سکے۔ یہ تحقیق محض رواداری کی اہمیت بیان نہیں کرتی بلکہ مداہنت کے ان چھپے ہوئے پہلوؤں کو بے نقاب کرتی ہے جنہیں جدیدیت کے نام پر معاشرے میں قبولیت مل رہی ہے۔

تحقیقی سوالات (Research Questions):

کیا بین المذاہب ہم آہنگی (Interfaith Harmony) کے موجودہ عالمی چارٹرز میں "رواداری" اور "مداہنت" کے مابین کوئی واضح علمی و قانونی حدِ فاصل موجود ہے، یا یہ دونوں تصورات ایک دوسرے میں مدغم ہو چکے ہیں؟

---

[5] القرآن الکریم، 109:6 (سورۃ الکافرون)۔

[6] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، 2008)، ج 8، 824۔

[7] القرآن الکریم، 68:9 (سورۃ القلم)۔

[8] یوسف القرضاوی، نحن والغرب: اسئلۃ شائکۃ واجوبۃ حاسمۃ (قاہرہ: دار الشروق، 2006)، 38۔

عالمگیریت (Globalization) کے اس دور میں، ایک اسلامی ریاست کس حد تک اپنے مذہبی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے مغربی لبرل رواداری کے تقاضوں کے ساتھ تطبیق پیدا کر سکتی ہے؟

2۔ رواداری و مداہنت کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

اس باب میں رواداری اور مداہنت کے مابین اس باریک مگر واضح خطِ امتیاز کا تجزیہ کیا گیا ہے جو ایک طرف معاشرتی امن کو جنم دیتا ہے اور دوسری طرف نظریاتی ارتداد کا باعث بنتا ہے۔

2.1۔ رواداری: ایک مثبت اور لچک دار رویہ (Analytical Perspective)

رواداری (Tolerance) سے مراد اختلاف کو ختم کرنا نہیں بلکہ اختلاف کے ساتھ جینا سیکھنا ہے۔ یہ ایک ایسا رویہ ہے جہاں انسان اپنے فکری موقف کی صداقت پر کامل یقین رکھنے کے باوجود فریقِ مخالف کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنے نظریے پر قائم رہے۔

2.2۔ مغربی فلسفہ اور رواداری: سترہویں صدی کے معروف فلسفی جان لاک (John Locke) نے اپنے مقالے میں یہ بحث اٹھائی کہ عقیدہ انسانی ضمیر کا معاملہ ہے جسے زبردستی تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ لاک کے نزدیک رواداری ایک "معاشرتی معاہدہ" ہے جس میں ریاست تمام مذاہب کو برابر کے شہری حقوق دیتی ہے۔[9] اسی طرح والٹیئر (Voltaire) کا یہ قول رواداری کی فلسفیانہ بنیاد ہے: "میں آپ کی رائے سے اختلاف کر سکتا ہوں، لیکن میں آپ کے حقِ رائے دہی کے تحفظ کے لیے اپنی جان دے دوں گا۔"

2.3۔ اسلامی رواداری کی انفرادیت: اسلامی رواداری مغربی 'سیکولر رواداری' سے مختلف ہے۔ مغرب میں رواداری کا اکثر مطلب 'مذہبی بے زاری' (Indifference) لیا جاتا ہے، جبکہ اسلام میں یہ 'مذہبی وقار' اور 'احترامِ آدمیت' پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے جھوٹے خداؤں کو گالی دینے سے بھی منع فرمایا تاکہ جواباً وہ اللہ کی شان میں گستاخی نہ کریں۔ یہ رواداری کی عملی اور اخلاقی شکل ہے۔[10]

2.2۔ مداہنت: ایک منفی اور کمزور رویہ (Critical Review)

مداہنت (Compromise of Core Principles) رواداری کی وہ بگڑی ہوئی شکل ہے جہاں ایک گروہ اپنے بنیادی عقائد کی قیمت پر امن خریدنا چاہتا ہے۔ یہ لچک مثبت نہیں بلکہ "اعصابی شکست" ہے۔

2.2.1۔ نفسیاتی کمزوری کا اظہار: مداہنت تب جنم لیتی ہے جب حق کے علمبرداروں میں اپنی تہذیب اور نظریے پر اعتماد ختم ہو جائے۔ جدید دور میں اسے 'کمپلیکس' (Inferiority Complex) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب مغل شہنشاہ اکبر نے "دینِ الٰہی" کے نام پر مختلف مذاہب کا ملغوبہ تیار کیا، تو وہ رواداری نہیں بلکہ سیاسی مصلحت پر مبنی مداہنت تھی، جس کا مقصد اقتدار کو طول دینا تھا نہ کہ سچائی کی تلاش۔[11]

2.2.2۔ باطل کی ریشہ دوانیاں: طاقتور باطل ہمیشہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ حق کے اصولوں کو 'نرم' کیا جائے۔ جیسا کہ قرآن نے واضح کیا: "وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ"۔ آج کے دور میں عالمی استعمار "جدیدیت" (Modernism) کے نام پر مسلمانوں سے مداہنت کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ جہاد، پردہ اور سود جیسے احکامات میں 'ترمیم' کر کے ان کے عالمی نظام میں ضم ہو جائیں۔[12]

---

[9] جان لاک، مذہبی رواداری پر ایک خط (A Letter Concerning Toleration)، ترجمہ و مقدمہ: جیمز ٹلی (انڈیاناپولس: ہیکیٹ پبلشنگ، 1983)، 23۔

[10] القرآن الکریم، 6:108 (سورۃ الانعام)۔

[11] شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر: برصغیر پاک و ہند کی مذہبی اور علمی تاریخ، عہدِ مغلیہ (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، 1990)، 154۔

[12] اکبر ایس احمد، اسلام، عالمگیریت اور جدیدیت (لاہور: مشعل بکس، 2005)، 88۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

2.3۔ تقابلی مطالعہ: رواداری بمقابلہ مداہنت: درج ذیل جدول ان دونوں رویوں کے مابین علمی فرق کو واضح کرتا ہے:

خصوصیت	رواداری	مداہنت
بنیاد	حق پر مضبوطی مگر غیروں سے حسنِ سلوک	حق میں لچک اور باطل سے مرعوبیت
محرک	عدل، احسان اور انسانی احترام	خوف، طمع اور سیاسی مصلحت
نتیجہ	نظریاتی بالادستی اور پرامن بقائے باہمی	نظریاتی خودکشی اور تہذیبی تحلیل
حدود	معاملات اور سماجی حقوق تک لچک	عقائد اور شعائرِ دین میں سمجھوتہ

2.4۔ تاریخی و فلسفیانہ تطبیق (Synthesis and Application)

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب تک مسلمانوں نے رواداری اپنائی، اندلس اور ہندوستان میں صدیوں تک مختلف مذاہب امن سے رہے۔ لیکن جہاں کہیں مداہنت کا سہارا لیا گیا، وہاں اسلام کا اصل جوہر ضائع ہو گیا۔

فلسفیانہ نکتہ: فلسفے کا اصول ہے کہ "تضاد باہمی اتحاد کو قبول نہیں کرتا"۔ حق اور باطل متضاد ہیں۔ رواداری ان کے 'عدمِ تصادم' کا نام ہے، جبکہ مداہنت ان کے 'اتحاد' کی ناکام کوشش ہے جو منطقی طور پر محال ہے۔[13]

2.4.1 جدید عالمی قانون: اقوامِ متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر (UDHR) رواداری کی وکالت کرتا ہے، مگر عملی طور پر مغربی ممالک اکثر مسلم اقلیتوں سے اپنی اقدار میں 'مداہنت' کا تقاضا کرتے ہیں، جسے 'انضمام' (Integration) کا نام دیا جاتا ہے۔[14]

(خلاصہ بحث): رواداری ایک تہذیبی طاقت ہے جبکہ مداہنت ایک نظریاتی موت ہے۔ ایک پختہ ایمان رکھنے والا شخص ہی حقیقی روادار ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا دین اتنا قوی ہے کہ وہ دوسروں کے وجود سے خطرہ محسوس نہیں کرتا۔

3۔ رواداری و مداہنت کے حدود: نقلی، عقلی اور تاریخی استدلال

اس باب میں ان ٹھوس شواہد کا جائزہ لیا گیا ہے جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام نے رواداری کے نام پر کبھی بھی مداہنت (اصولی سمجھوتے) کو قبول نہیں کیا، چاہے اس کے لیے کتنی ہی بڑی ظاہری قیمت کیوں نہ چکانی پڑی ہو۔

3.1۔ صلح حدیبیہ: رواداری اور مداہنت کے فرق کا عظیم شاہکار: تاریخِ اسلام میں صلح حدیبیہ وہ مقام ہے جہاں بظاہر دب کر صلح کی گئی، مگر حقیقت میں یہ رواداری کی انتہا اور مداہنت سے مکمل براءت تھی۔

رواداری کا پہلو: نبی کریم ﷺ نے مشرکینِ مکہ کی شرائط کو قبول کیا تاکہ خون ریزی نہ ہو اور دعوتِ دین کے لیے پرامن ماحول میسر آئے۔ یہ سیاسی اور سماجی رواداری تھی۔

---

[13] ابو حامد الغزالی، تہافۃ الفلاسفہ، ترجمہ: محمد حنیف ندوی (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2002)، 167۔

[14] یونائیٹڈ نیشنز، "دی یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس،" اقوام متحدہ، 10 دسمبر 1948، آرٹیکل 18۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مداہنت سے انکار: جب معاہدے کی تحریر شروع ہوئی اور سہیل بن عمرو نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور "محمد رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض کیا، تو آپ ﷺ نے انتظامی مصلحت کے تحت نام کی تبدیلی کو تو قبول کیا، لیکن کسی عقیدے یا حکمِ الٰہی میں لچک نہیں دکھائی۔[15]

تحقیقی نکتہ: صلح حدیبیہ ثابت کرتی ہے کہ "طریقہ کار" (Methodology) میں لچک دکھانا رواداری ہے، مگر "مقاصد" (Objectives) اور "عقیدے" میں لچک دکھانا مداہنت ہے۔

3.2۔ مغربی مصادر اور فلسفیانہ عقلی دلائل: مغربی فکر میں رواداری کا تصور اکثر مادی نفع و نقصان کے گرد گھومتا ہے، جبکہ اسلامی فکر اسے ایک مستقل اخلاقی قدر قرار دیتی ہے۔

تھامس ہوبز (Thomas Hobbes) اور رواداری: ہوبز کے نزدیک رواداری کا مقصد ریاست میں انتشار کو روکنا ہے۔ یہ ایک سیاسی ضرورت ہے۔[16] اس کے برعکس، اسلامی رواداری ایمانی تقاضا ہے۔

منطقی استدلال (Argument from Logic): منطق میں ایک قاعدہ ہے کہ "ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر حق اپنے وجود میں باطل کے ساتھ مداہنت (Mix-up) کر لے، تو حق کا امتیاز ختم ہو جائے گا۔ امن کے لیے دو متضاد چیزوں کا ساتھ رہنا (Co-existence) تو ممکن ہے، لیکن ان کا ایک ہونا (Integration) عقلی طور پر محال ہے۔[17]

3.3۔ تاریخی و فلسفیانہ نقلی دلائل (قرآن و سنت کی روشنی میں): نجاشی کے دربار میں سیدنا جعفر طیارؓ کا موقف: جب مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کی، تو سیدنا جعفرؓ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسلامی عقیدہ بغیر کسی کمی بیشی کے بیان کیا۔ انہوں نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے عیسائی عقائد کے ساتھ "مداہنت" نہیں کی، چاہے اس سے جان جانے کا خطرہ ہی کیوں نہ ہوتا۔[18]

میثاقِ مدینہ کی تقابلی شقیں: میثاقِ مدینہ میں یہود کو ان کے مذہب پر رہنے کی مکمل آزادی دی گئی (رواداری)۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی طے ہوا کہ کسی بھی تنازع کی صورت میں آخری فیصلہ اللہ کے رسول ﷺ کا ہوگا (حاکمیتِ حق)۔[19]

3.4۔ قدیم و جدید دور کی مثالیں اور تطبیق: قدیم مثال (اندلس): اندلس (Spain) میں مسلمانوں کے دورِ حکومت میں عیسائیوں اور یہودیوں کو مکمل مذہبی و عدالتی آزادی حاصل تھی۔ اسے تاریخ میں 'Convivencia' (بقائے باہمی) کہا جاتا ہے۔[20] یہ رواداری کی بہترین مثال تھی جس میں مسلمانوں نے اپنا تشخص برقرار رکھا۔

---

[15] ابو الحسن علی بن ابی الکرم ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ (بیروت: دار صادر، 1965)، ج2، 204۔

[16] تھامس ہوبز، لیوائتھن (Leviathan)، ترجمہ و مقدمہ: رچرڈ ٹک (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، 1991)، 125۔

[17] ابو ولید محمد بن احمد ابن رشد، کتاب فصل المقال (قاہرہ: دار المعارف، 1972)، 94۔

[18] محمد بن اسحاق، سیرت ابن اسحاق، تحقیق: محمد حمید اللہ (رابطہ عالم اسلامی، 1976)، 162۔

[19] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہدِ نبوی کا نظامِ حکمرانی (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 2003)، 148۔

[20] ماریا روزا مینوکل، دنیا کی زینت: اندلس میں مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی بقائے باہمی (نیویارک: لٹل براؤن اینڈ کمپنی، 2002)، 56۔

جدید مثال (بھارت کا سیکولرازم): بھارت میں "گنگا جمنی تہذیب" کے نام پر اکثر مسلمانوں سے یہ تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ ہندو رسم و رواج کو اپنائیں (مداہنت)۔ جب مسلمان اس سے انکار کرتے ہیں تو انہیں 'انتہا پسند' کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ صرف اپنی رواداری کی حدود کی حفاظت کر رہے ہوتے ہیں۔[21]

(خلاصہ بحث): نقلی و عقلی دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رواداری ایک تعمیری عمل ہے جو معاشرے میں امن لاتا ہے، جبکہ مداہنت ایک تخریبی عمل ہے جو سچائی کے معیار کو گرا دیتا ہے۔ رواداری کا مقصد "تعلق" ہے، جبکہ مداہنت کا نتیجہ "تحلیل" (Dissolution) ہے۔

4۔ عالمی تناظر میں رواداری و مداہنت: قوانین اور ریاستوں کا تقابلی مطالعہ

اس باب میں دنیا کے قدیم و جدید قوانین کی روشنی میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ ریاستیں رواداری اور مداہنت کے مابین توازن کیسے برقرار رکھتی ہیں۔

4.1۔ اسلامی ریاست اور مغربی سیکولرازم کا تقابلی جائزہ: اسلامی ریاست میں رواداری کی بنیاد "عہد" (Covenant) پر ہے، جبکہ جدید مغربی ریاست میں اس کی بنیاد "سیکولرازم" پر ہے۔

اسلامی قانون (شریعت): اسلام اقلیتوں کو "ذمی" یا "معاہد" قرار دے کر ان کے جان، مال اور مذہبی شعائر کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ یہاں رواداری کا مطلب یہ ہے کہ ریاست ان کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی، مگر ریاست کا عمومی تشخص اسلامی رہے گا۔[22]

مغربی قانون: جدید مغربی جمہوریتیں "غیر جانبداری" (Neutrality) کا دعویٰ کرتی ہیں۔ تاہم، یہ غیر جانبداری اکثر "مداہنت" میں بدل جاتی ہے جہاں مذہب کو عوامی زندگی سے مکمل بے دخل کر دیا جاتا ہے، جسے 'نجی معاملہ' قرار دے کر اس کی اہمیت گھٹا دی جاتی ہے۔[23]

4.2۔ قدیم و جدید ریاستوں کی مثالیں:

(قدیم مثال) خلافتِ عثمانیہ کا 'ملت سسٹم': خلافتِ عثمانیہ میں "ملت سسٹم" رواداری کی ایک بے مثال شکل تھی۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنے ذاتی قوانین (Personal Laws) کے مطابق فیصلے کرنے کا حق حاصل تھا۔[24]

تطبیق: یہ رواداری تھی کیونکہ عثمانیوں نے ان کے حقوق تسلیم کیے، مگر اسلام کے قوانین میں ان کو خوش کرنے کے لیے کوئی تبدیلی (مداہنت) نہیں کی۔

(جدید مثال) جدید بھارت اور "ہندوتوا" کا چیلنج: بھارت کا آئین کاغذ پر سیکولر ہے، مگر عملی طور پر وہاں مسلمانوں سے "مداہنت" کا تقاضا کیا جاتا ہے۔ وہاں "یکساں سول کوڈ" (Uniform Civil Code) کے ذریعے مسلمانوں کے پرسنل لاء کو ختم کرنے کی کوشش دراصل مداہنت پر مجبور کرنا ہے تاکہ وہ اپنی مذہبی شناخت کھو کر اکثریتی کلچر میں ضم ہو جائیں۔[25]

(ماڈرن مثال) فرانسیسی سیکولرازم (Laïcité): فرانس میں حجاب پر پابندی رواداری کی نفی اور ایک جبری مداہنت کی کوشش ہے۔ ریاست چاہتی ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی علامتیں ترک کر دیں، جسے وہ "تہذیبی انضمام" (Cultural Assimilation) کہتے ہیں۔[26]

---

[21] مشتاق احمد، بھارت میں مسلم اقلیت: مسائل اور چیلنجز (دہلی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2014)، 212۔

[22] ابن القیم الجوزیہ، احکام اہل الذمہ (بیروت: دار العلم للملایین، 1983)، ج1، 120۔

[23] Charles Taylor, A Secular Age (Cambridge: Harvard University Press, 2007), 435.

[24] Marshall G. Barker, The Ottoman Empire and Early Modern Europe (Cambridge: Cambridge University Press, 2002), 88.

[25] احمد، مشتاق، بھارتی مسلمان اور سیکولرازم: ایک تنقیدی مطالعہ (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 2018)، 142۔

[26] John R. Bowen, Why the French Don't Like Headscarves (Princeton: Princeton University Press, 2007), 65.

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

3۔ تقابلی قوانین کی شقیں (جدول):

شق / قانون	اسلامی قانون (قدیم)	مغربی لبرل قانون (جدید)
مذہبی آزادی	دین میں داخل ہونے میں کوئی جبر نہیں[27]	مشروط (جمہوریت کے تابع)
ذاتی قوانین	ہر مذہب کے اپنے قوانین کی اجازت	ریاست کا یکساں قانون (مداہنت کا خطرہ)
تبلیغِ دین	دعوت کا حق، مگر توہین کی ممانعت	اظہارِ رائے کی آزادی (بشمول توہین)
ریاستی شناخت	نظریاتی (اسلامی)	سیکولر (لادینیت)

4۔ تطبیق اور فلسفیانہ تجزیہ:

جدید دور کے ملکوں میں جہاں کہیں بھی اقلیتوں کو ان کی شناخت سمیت قبول کیا گیا (جیسے کینیڈا کا ملٹی کلچر لزم)، وہاں رواداری کامیاب رہی۔ جہاں کہیں انہیں "مین اسٹریم" میں لانے کے لیے ان کے بنیادی عقائد کو بدلنے پر زور دیا گیا (مداہنت)، وہاں تصادم پیدا ہوا[28]۔ فلسفیانہ طور پر، ریاست جب مداہنت کا مطالبہ کرتی ہے تو وہ دراصل فرد کے ضمیر کی آزادی پر شب خون مارتی ہے۔

5۔ تطبیق، مجموعی جائزہ اور حتمی نتائج

یہ باب مقالے کے تمام مباحث کو یکجا کر کے ایک عملی نتیجے تک پہنچاتا ہے، جس میں رواداری اور مداہنت کے مابین موجودہ دور کی الجھنوں کو سلجھایا گیا ہے۔

5.1۔ رواداری اور مداہنت کی تطبیق (Synthesis): رواداری اور مداہنت کے مابین تطبیق کا سادہ اصول یہ ہے کہ "اختلاف" کو "دشمنی" نہ بننے دینا رواداری ہے، جبکہ "اختلاف" کو ختم کرنے کے لیے "حق" کو مسخ کر دینا مداہنت ہے۔

معاملاتی لچک بمقابلہ نظریاتی پختگی: اسلام ہمیں معاملات (Transactions) میں لچک اور احسان کی تعلیم دیتا ہے۔[29] جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ایک یہودی سے قرض لینا یا مشرکینِ مکہ سے تجارتی معاہدات کرنا۔ یہ "معاملاتی رواداری" ہے جو مداہنت کے زمرے میں نہیں آتی کیونکہ اس سے عقیدہ متاثر نہیں ہوتا۔

حدِ فاصل کا تعین: جہاں غیروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے اسلام کی بیخ کنی یا شعائرِ اسلام کی توہین لازم آئے، وہاں رواداری ختم ہو کر "مداہنتِ قبیح" شروع ہو جاتی ہے۔[30]

5.2۔ عصرِ حاضر کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ: آج کی عالمی سیاست میں "رواداری" کا لفظ اکثر مسلمانوں کو ان کے اصل نظریات سے دور کرنے کے لیے بطورِ حربہ استعمال ہو رہا ہے۔

عالمی اداروں کا کردار: اقوامِ متحدہ اور دیگر بین الاقوامی ادارے "تنوع" (Diversity) کی بات تو کرتے ہیں، مگر عملی طور پر وہ 'سیکولر مداہنت' کے علمبردار ہیں۔ ان کے نزدیک ایک "روادار مسلمان" وہ ہے جو اپنے دین کی ان اقدار کو چھوڑ دے جو جدید مغربی معاشرت سے متصادم ہیں۔[31]

---

[27] القرآن الکریم، 2:256 (سورۃ البقرۃ)۔

[28] Will Kymlicka, Multicultural Citizenship: A Liberal Theory of Minority Rights (Oxford: Oxford University Press, 1995), 110.

[29] احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ (ریاض: مطابع الریاض، 1961)، ج 28، 61۔

[30] یوسف القرضاوی، نحن والغرب: اسئلۃ شائکۃ واجوبۃ حاسمۃ (قاہرہ: دار الشروق، 2006)، 45۔

[31] Samuel P. Huntington, The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order (New York: Simon & Schuster, 1996), 211.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.4 No.1 2026

مغربی مفکرین کی تنقید: جدید مفکر ہربرٹ مارکیوز (Herbert Marcuse) اپنے مضمون "Repressive Tolerance" میں لکھتا ہے کہ مغربی معاشروں میں رواداری دراصل ایک ڈھونگ ہے، جو صرف ان نظریات کو برداشت کرتی ہے جو مروجہ نظام (Status Quo) کے لیے خطرہ نہ ہوں۔[32] یہ مسلمانوں کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے کہ وہ جس 'رواداری' کی تلاش میں ہیں، وہ کہیں 'نظریاتی غلامی' تو نہیں۔

5.3۔ مقالے کا مجموعی جائزہ اور علمی نچوڑ: اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ رواداری ایمان کا تقاضا ہے اور اس کی جڑیں قرآن و سنت میں پیوست ہیں۔

مداہنت ایمان کی کمزوری اور نظریاتی موت ہے جس کا انجام دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

صلح حدیبیہ اور میثاقِ مدینہ رواداری کے وہ مینار ہیں جنہوں نے اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا، نہ کہ اسے باطل میں ضم کیا۔

5.4۔ حتمی تجاویز و سفارشات (Recommendations):

مقالے کے نتائج کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

تعلیمی نصاب میں واضح فرق: مدارس اور جامعات کے نصاب میں رواداری اور مداہنت کے فرق پر خصوصی ابواب شامل کیے جائیں تاکہ نئی نسل فکری انتشار سے بچ سکے۔

بین المذاہب مکالمہ کا نیا ڈھانچہ: مکالمے کی بنیاد "مذاہب کے انضمام" کے بجائے "احترامِ آدمیت" اور "امنِ عالم" پر رکھی جائے، جہاں ہر فریق اپنے نظریاتی امتیاز کے ساتھ شریک ہو۔[33]

میڈیا اور عوامی شعور: میڈیا کے ذریعے یہ شعور اجاگر کیا جائے کہ اپنے مذہب پر مضبوطی سے قائم رہنا 'انتہا پسندی' نہیں، بلکہ ایک جائز انسانی حق ہے۔

اس مقالے کے موضوع کی عصری ضرورت و اہمیت:

عصرِ حاضر میں، جسے عالمگیریت (Globalization) اور 'تہذیبوں کے تصادم' (Clash of Civilizations) کا دور کہا جاتا ہے، رواداری اور مداہنت کے مابین فرق کی تفہیم محض ایک علمی بحث نہیں بلکہ عالمی امن اور نظریاتی بقا کا ایک ناگزیر تقاضا ہے۔ آج کی دنیا ایک عالمی گاؤں (Global Village) میں تبدیل ہو چکی ہے، جہاں مختلف عقائد اور تہذیبوں کے ماننے والے ایک دوسرے کے ساتھ سماجی اور معاشی طور پر جڑے ہوئے ہیں۔ اس تناظر میں "رواداری" وہ کلیدی قدر ہے جو معاشرے میں خون ریزی اور انتہاپسندی کو روک کر پرامن بقائے باہمی کی ضمانت دیتی ہے۔ تاہم، موجودہ دور کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ بین المذاہب ہم آہنگی اور 'لبرلزم' کے نام پر مسلمانوں سے اکثر "مداہنت" کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ عالمی طاقتیں اور لادین نظریات رواداری کے پردے میں مسلمانوں کو ان کے اساسی عقائد، شعائرِ اسلام اور دینی تشخص سے دستبردار کر کے ایک مخصوص "عالمی کلچر" میں ضم کرنا چاہتے ہیں۔

تحقیقی نقطہ نظر سے اس موضوع کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ مسلم نوجوانوں میں فکری انتشار پیدا ہو رہا ہے؛ وہ رواداری (جو کہ ایک اسلامی خوبی ہے) اور مداہنت (جو کہ ایک ایمانی کمزوری ہے) کے درمیان تمیز کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ اگر اس حدِ فاصل کو واضح نہ کیا گیا تو مصلحت پسندی کے نام پر اسلامی قطعیات اور اصولی موقف کمزور پڑ سکتے ہیں۔ لہٰذا، آج کے دور میں یہ تحقیق اس لیے ضروری ہے تاکہ ایک طرف دنیا کو اسلام کا وہ روشن چہرہ دکھایا جا سکے جو دوسرے مذاہب کے حقوق کا پاسبان ہے، اور دوسری طرف اہلِ اسلام کو اس 'نظریاتی ارتداد' سے بچایا جا سکے جو جدیدیت کے لبادے میں مداہنت کی صورت میں پھیل رہا ہے۔ یہ موضوع ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم ایک بہتر شہری بننے کے لیے اپنا مذہب چھوڑنے کے محتاج نہیں، بلکہ اپنے برحق مذہب پر مضبوطی سے قائم رہ کر ہی ہم دوسروں کو حقیقی عزت اور احترام دے سکتے ہیں۔

---

[32] Herbert Marcuse, "Repressive Tolerance," in A Critique of Pure Tolerance, ed. Robert Paul Wolff (Boston: Beacon Press, 1965), 95.

[33] مشتاق احمد ساجد، بین المذاہب ہم آہنگی: مسائل اور حل (لاہور: الفیصل ناشران، 2021)، 112۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

خلاصہ:(Conclusion):

اس تحقیقی مقالے کا عطر اور حاصل یہ ہے کہ مذاہب کے مابین پائے جانے والے فطری اختلاف کو ختم کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی یہ مطلوبِ فطرت ہے۔ کائنات کا حسن تنوع میں ہے، اور یہی تنوع مذاہب کے باب میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ مقالے کے دوران کیے گئے تجزیاتی مطالعے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ اسلام نے "رواداری" کا جو ماڈل پیش کیا ہے، وہ عدل اور انسانیت کے احترام پر مبنی ہے۔ میثاقِ مدینہ سے لے کر صلح حدیبیہ اور فتح مکہ تک، ہر مقام پر اسلام نے غیر مسلموں کے حقوق کی پاسداری کی، انہیں مذہبی آزادی دی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کی۔ یہ تمام اقدامات "رواداری" کے زمرے میں آتے ہیں کیونکہ ان میں کہیں بھی اسلامی عقائد یا احکامات کی قربانی نہیں دی گئی۔

دوسری جانب، مقالے میں "مداہنت" کے جس پہلو پر تنقید کی گئی ہے، وہ دورِ حاضر کا ایک بڑا فکری فتنہ ہے۔ تجزیے سے یہ واضح ہوا کہ جب مذہبی اکابرین یا سیاسی ادارے بین المذاہب ہم آہنگی کے نام پر ایسی شقیں قبول کرتے ہیں جو اسلام کے بنیادی ڈھانچے (جیسے وحدانیت، ختمِ نبوت، یا حلال و حرام کے قطعی احکام) سے متصادم ہوں، تو وہ رواداری نہیں بلکہ مداہنت کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں۔ تاریخی مثالوں، خصوصاً عہدِ اکبری کے "دینِ الٰہی" اور مستشرقین کے پیدا کردہ "آفاقی مذہب" کے تصورات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مداہنت ہمیشہ حق کو باطل میں ضم کرنے کا سبب بنتی ہے، جس سے معاشرے میں امن کے بجائے نظریاتی انارکی پھیلتی ہے۔ مقالے کا خلاصہ یہ ہے کہ عالمی امن کی کلید مذاہب کو ایک دوسرے میں خلط ملط کرنے میں نہیں، بلکہ ایک دوسرے کے الگ وجود کا احترام کرتے ہوئے مشترکہ انسانی اقدار پر تعاون کرنے میں مضمر ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں رواداری اپنی پوری تابانی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اور مداہنت کی تاریکی چھٹ جاتی ہے۔

حاصلِ نتائج:(Findings):

اخلاقی برتری: رواداری صاحبِ حق کی اخلاقی جرات کا مظہر ہے، جبکہ مداہنت فکری مصلحت پسندی اور کمزوری کا نتیجہ ہے۔

بنیادی فرق: رواداری میں "دوسرے کی رعایت" کی جاتی ہے، جبکہ مداہنت میں "اپنے نظریے کی قربانی" دی جاتی ہے۔

قرآنی اصول: قرآنِ کریم نے "لکم دینکم ولی دین" کے ذریعے رواداری کی حدِ فاصل قائم کر دی ہے، جو مداہنت کی ہر صورت کو مسترد کرتی ہے۔

امن کی ضمانت: پائیدار امن صرف رواداری سے ممکن ہے؛ مداہنت عارضی سکون تو دے سکتی ہے مگر طویل مدت میں یہ کسی ایک مذہب کے مٹ جانے کا سبب بنتی ہے۔

سیاسی ہتھیار: عصرِ حاضر میں عالمی طاقتیں اکثر "مداہنت" کو رواداری کا نام دے کر مسلم ممالک پر اپنے کلچر اور نظریات مسلط کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

حدودِ لچک: مذہب میں لچک صرف فروعی اور اجتہادی مسائل تک محدود ہے؛ اصولِ دین اور قطعیات میں لچک پیدا کرنا مداہنتِ قبیح ہے۔

تطبیق کا عمل: قدیم و جدید قوانین کے تقابل سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کو جو شہری حقوق دیے، وہ جدید مغربی سیکولرازم سے زیادہ مستحکم اور فطری ہیں۔

نظریاتی تشخص: مداہنت سے کسی قوم کا مذہبی تشخص ختم ہو جاتا ہے، جبکہ رواداری سے مختلف مذاہب اپنے اپنے دائرے میں رہ کر ترقی کرتے ہیں۔

معاشرتی ہم آہنگی: رواداری "مکالمے" (Dialogue) کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، جبکہ مداہنت "انضمام" (Assimilation) پر زور دیتی ہے۔

عالمی تناظر: موجودہ بین الاقوامی حالات میں مسلمانوں کو مداہنت کے بجائے دعوتی اور حکیمانہ رواداری کا رویہ اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ اسلام کا اصل چہرہ واضح ہو۔